اُردوخودنوشتیں: نوکرشاہی، سیاستدانوں اورادیبوں کا سیاسی شعور

(تضادات، تعصّبات، حقائق کی پردہ پوشی یا بے باک اظہار)

لبنیٰ نصیر *

ڈاکٹر روبینہ ترین **

Abstract:

This article is a comparative study of the autobiographies of Pakistan Bureaucrats, politicians and creative writers. This study reveals that all the three groups discuss various important incidents in their autobiography in their own contexts.

کسی معاشرے میں ایک فرد کا اپنی راہ حیات کا سفر اکیلا نہیں ہوتا۔ جہاں وہ ایک فرد ہوتا ہے وہاں وہ معاشرے کا ایک رکن بھی ہوتا ہے اپنے کرداراور عمل سے وہ معاشرے کے مجموعی خدوخال کے تعین میں اپنا فریضہ نبھا رہا ہوتا ہے وہاں معاشرہ بھی اس فرد کو اس کی شخصیت کی تعمیر میں کہیں نہ کہیں کوئی کردار نبھا رہا ہوتا ہے۔ فرد اور معاشرے کا یہ رشتہ زندگی کے تمام معمولات میں موجود ہوتا ہے۔ فرد اگر مصلح ہے تو بھی معاشرے میں اس کے اثرات ہونگے۔ استاد ہے، تاجر ہے یا کوئی ادیب ہے اور جب کوئی معاشرہ اپنے خدوخال وضع کر لیتا ہے تو پھر معاشرہ بھی اس فرد کو اپنی مجموعی وضع قطع سب سے ایک پہچان دینے لگتا ہے۔ بات کو سمیٹتے ہوئے ہم فرد کے ایک ادیب ہونے کی حیثیت سے اس کے کردار کو موضوع بناتے ہیں ایک ادیب اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے دیگر معاشرے کو پہچان دینے کی کوشش بھی کرتا ہے اور اس معاشرے کی تخلیقی فضا کو فعال رکھتے ہیں معاون بھی ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ معاشرے کے ادبی ذوق کو نکھارنے اور پروان چڑھانے کا کردار بھی ادا کر رہا ہوتا ہے ایک ادیب یہ کردار اپنی نظم یا نثر کے وسیلے سے نبھاتا ہے۔ نظم اور نثر کی روایتی صورتوں میں ایک اہم صنف آپ بیتی ہے۔ جس میں ایک ادیب اپنی زندگی میں پیش آنے والے ان واقعات کا تذکرہ کرتا ہے جو نہ صرف اہم ہوں بلکہ معاشرے کے ذوق کو

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

سنوارنے اوراس کی تخلیقی حیثیت کو بھی متحرک کرنے میں معاون ہوں معاشرے کی تعمیر میں ایک محرک کو پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

آپ بیتی میں اہم چیز حقیقت پسندی ہے۔یعنی آپ بیتی میں جو کچھ بیان کیا جائے وہ تصوراتی یا تخیلاتی نہ ہو بلکہ حقیقت پر مبنی ہو۔ بہت سے واقعات ہمارے لاشعور میں ہوتے ہیں اس صورت میں کبھی کبھی سوانح عمری کا فن آپ بیتی پر غالب آجاتا ہے۔خطوط''ڈائریاں''یاداشتیں وغیرہ آپ بیتی کا حصہ ہیں۔ جب کوئی آپ بیتی لکھنے جارہا ہوتو ان چیزوں سے مدد لی جاسکتی ہے(۱) ایک اچھا لکھنے والا جب قلم سنبھالتا ہے تو اپنی زندگی کے چند مخصوص واقعات بیان کرتا ہےاور یہ کرنا بھی چاہیے صرف ایک واقعات کو بیان کرنا چاہیے جو مصنف کی یاداشت میں موجود ہوں بہت سے واقعات انسان کے لاشعور میں چلے جاتے ہیں۔ اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی گذشتہ زندگی کے واقعات کو اسی طرح پیش کردیں جس طرح وہ پیش آئے ہوں۔

آپ بیتی جیسی صنفِ ادب پر مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد نے طبع آزمائی کی ہے۔جن میں ادیب، سیاست دان اور نوکر شاہی سے وابستہ لوگ شامل ہیں۔ ہر شخص اپنے مخصوص انداز اور مخصوص پیرایۂ بیان سے چیزوں کو دیکھا ہے۔

ایک ادیب آپ بیتی کے تمام اسرار ورموز سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ وہ خودنوشت سوانح نگاری کے تمام اصولوں کو پیش نظر رکھ کر ہی قلم اٹھاتا ہے۔ادیب چونکہ دلِ دردمند کا مالک ہے اس لیے وہ ملک اور معاشرے کی حقیقی تصویر اپنے مخصوص اسلوب میں پیش کرتا ہے۔ وہ لگی لپٹی کے بغیر اپنے دل کے حال کو عام آدمی کی کیفیت ثابت کرنے کے لیے اپنے گوہر بار قلم سے ترجمانی کا فرض ادا کرتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ادیب کی آپ بیتی ہی حقیقی معنوں میں آپ بیتی کہلانے کی صحیح مستحق ہوتی ہے۔ وہ جہاں ایک طرف سیاست دانوں کو ملک کا حقیقی آئینہ دکھاتا ہے تو دوسری طرف معاشرے کی دگرگوں ہوتی صورت حال سے انھیں آشنا کرتا ہے تاکہ عام آدمی بھی خوشحالی کا خواب دیکھ سکے۔

ادیب پاکستانی معاشرے کا ایسا طبقہ ہے جو سچ کا پاسدار اور سچ کا مبلغ ہوتا ہے۔ کسی لگی لپٹی کے بغیر چیزوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب کی خودنوشت''شہاب نامہ''ایک قابل قدر آپ بیتی ہے۔ اس خود نوشت کا ابتدائی حصہ تو سچ پر مبنی ہے لیکن آخر میں آکر انھیں اچانک صوفی بننے کا شوق چرایا۔ شہاب چونکہ مختلف اہم عہدوں پر رہے اس لیے بیوروکریسی کے اسرار ورموز کو بخوبی جانتے ہیں۔ شہاب نے اردو ادب بالخصوص اردو فکشن کے حوالے سے بھی قابل قدر کام کیا ہے۔''شہاب نامہ'' پاکستان کی سیاسی تاریخ کے بہت سے خفیہ رازوں کو بے نقاب کرتی ہے(۲) اور سیاسی سازشوں کا حال بتاتی ہے۔ انتظار حسین کی آپ بیتی''جستجو کیا ہے؟'' میں انھوں نے

اپنے مخصوص اور دلفریب اسلوب میں پاکستان کے سیاسی اور معاشرتی حالات کو دردمندی کے ساتھ بیان کیا ہے(۳)اور ایک ایسا نقطہ نظر اپنایا ہے جو حقیقی معنوں میں ملک کا سچا خیر خواہ ہوتا ہے۔فرزندِ اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کی ''اپنا گریباں چاک'' سچ پر مبنی خودنوشت ہے۔(۴)انھوں نے اپنی ذات کو کہیں پر بھی تقدس اور سچائی کے لبادے میں نہیں چھپایا بلکہ اپنے والد علامہ اقبال کی شخصی خامیوں کو بھی طشت از بام کیا ہے۔کشور ناہید نے اپنی آپ بیتی ''بری عورت کی کتھا'' میں پاکستانی سماج اور سیاست کو ایک عورت کی نظر سے دیکھا ہے۔وہ Faminism کی بھرپور علم بردار تخلیق کار ہیں۔جہاں بھی انھیں عورت پر ظلم ہوتا دکھائی دیتا ہے، وہ اپنے شعلہ بار قلم کی جولانیاں دکھاتی ہیں(۵)۔سندھی ادیب و شاعر شیخ ایاز نے ''دنیا ساری خواب'' میں بالخصوص سندھ کی سیاست و معاشرت کو موضوعِ بحث بنایا ہے اور ایک مارکسی نقطہ نظر سے چیزوں کو دیکھنے کی کوشش کی ہے(۶)۔

سیاست دانوں کی خودنوشتیں اس لحاظ سے بھی منفرد اور مختلف ہیں کہ ایوانِ سیاست کے اِن بزرجمہروں نے اقتدار کی راہداریوں میں ملکی سیاست کے داؤ پیچ اور اکھاڑ پچھاڑ میں نہ صرف بھرپور کردار ادا کیا بلکہ اکثر حالات و واقعات کے چشم دید گواہ بھی رہے ہیں۔عوامی حمایت سے منتخب ہو کر آنے والے ان سیاسی ''پیرانِ مغاں'' نے عوام سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی بجائے عہد شکنی کو پروان چڑھایا۔چند ایک کو چھوڑ کر اکثر نے تو سیاست کو ذاتی مفادات کے لیے مختص کر دیا۔

آپ بیتی کے حوالے سے دیکھا جائے تو سیاست دانوں کی خودنوشت سوانحات میں اکثر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہیں۔بعد میں ان کتب کے اردو میں تراجم ہوئے جبکہ کچھ کتب لکھی ہی اردو زبان میں گئی ہیں۔ایوب خان کی آپ بیتی "Friends Not Masters" کو اردو میں ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' کے عنوان سے ترجمہ کیا گیا۔یہ بات درست ہے کہ ایوب خان کے عہد حکومت میں جتنی زرعی اور صنعتی ترقی ہوئی اس کا عشرِ عشیر بھی نہ ''عوامی'' دور میں ممکن ہو سکا۔ایوب خان کی خودنوشت پڑھ کر اس کا قاری بوجھل اور تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔(۷)اس میں جذبات کا عنصر نہیں پایا جاتا بالکل ایک فوجی آمر کی سختی کی طرح اسلوب بھی سپاٹ نظر آتا ہے اور قاری کے ذہن میں بہت سے سوالات اٹھتے ہیں کہ انہوں نے واقعات اور شواہد کا ذکر خودنوشت میں کیوں نہ کیا؟ جو ان کے ہمعصر اپنی تحریروں میں کرتے ہیں۔شاید وہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان سے تاریخی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔یہاں صرف ایوب خان کی بام عروج کی داستان ملتی ہے اور زوال کے سفر کی داستان کا ایک لمحہ بھی ہمیں اس کتاب سے نہیں ملتا۔ایوب خان نے اپنی ان اصلاحات کا ذکر بہت تفصیل سے کیا جو پاکستان کے مفاد میں تھیں۔وہ تو ایک پیشہ ور سپاہی تھے لیکن انہوں نے اپنے بچوں کیلئے یہ کیوں پسند نہ کیا؟

ذوالفقار علی بھٹو نے اگرچہ آپ بیتی تو نہیں لکھی لیکن "If I Am Assisinated...!" میں

اُن کے خودنوشت سوانحی حالات ملتے ہیں جس کا بعد میں ''اگر میں قتل کیا گیا؟'' کے نام سے ترجمہ کیا گیا۔ (۸)

بے نظیر بھٹو کی خودنوشت سوانح "Daughter of the East" کے کئی ترجمے مختلف ناموں سے کیے گئے۔ ایک ترجمہ ''دختر مشرق'' کے نام سے کیا گیا جبکہ ایک اور ترجمہ ''مشرق کی بیٹی'' کے نام سے ہوا۔ پرویز مشرف کی آپ بیتی "In The Line of Fire" کا ترجمہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نام سے کیا گیا۔ ملک فیروز خان نون کی ''چشم دید''؛ سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کی ''چاہِ یوسف سے صدا''؛ جاوید ہاشمی کی ''ہاں! میں باغی ہوں''؛ گوہر ایوب خان کی ''ایوانِ اقتدار کے مشاہدات''؛ صاحبزادہ فاروق علی خان کی ''جمہوریت صبر طلب'' بھی اردو میں ہی لکھی گئی کتب ہیں۔

متذکرہ سیاست دانوں کی آپ بیتیاں اس حوالے سے بھی اہم ہیں کہ یہ لوگ پاکستان کی سیاست و معاشرت کے اہم کردار ہیں۔ انہی کی بدولت سیاست کے اسرار و رموز عوام پر ظاہر ہوتے ہیں اور انہی کی بدولت ہی پاکستان دولخت ہوا تھا۔ ہر سیاست دان نے اپنے مخصوص نقطۂ ہائے نظر کے تحت آپ بیتیاں لکھی ہیں۔ ان میں سے اکثر نے تو اپنے آپ کو اس ملک کا حقیقی خیر خواہ اور عوام کا ہمدرد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ عوام کی بدحالی اور کسمپرسی کے ذمہ دار بھی یہی سیاست دان ہیں۔

سیاست دانوں کے اصل چہروں کو بھی نوکر شاہوں کی خودنوشتوں نے بے نقاب کیا ہے۔ سیاست دانوں کی خودنوشتوں میں تو وہی ''من ترا حاجی بگویم تو مرا قاضی بگو'' والا معاملہ ہے۔ ہر فرد اپنے طبقے سے تعلق رکھنے والے فرد کا دفاع کرتا ہے اور اُسی کو پسند کرتا ہے۔ اس کا اندازہ ان خودنوشتوں کو پڑھنے کے بعد ہو جاتا ہے کہ سیاست دانوں نے نوکر شاہوں اور نوکر شاہوں نے سیاست دانوں کو آج تک پاکستان کی سیاسی ناکامیوں کی وجہ ثابت کیا ہے۔ حالاں کہ یہ بھی سچ ہے کہ ملک کی بربادی میں دونوں فریق برابر کے شریک ہیں۔

کسی ملک کو چلانے میں بیوروکریسی یا نوکر شاہی کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ کیوں کہ حکمران تبدیل ہوتے رہتے ہیں؛ اُن کی پالیسیاں میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں لیکن بیوروکریسی ہر دور میں رہتی ہے۔ سیاست دانوں اور حکمرانوں سے بہت اہم معاملات پر فیصلے کرانے میں بیوروکریسی کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ نوکر شاہی سے وابستہ لوگوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے تجربات لکھے ہیں۔ جس میں یہ بڑے فخریہ انداز میں بتاتے ہیں کہ اقتدار کی راہداریوں میں کون سی سازش کس طرح پروان چڑھتی ہے۔ حکمرانوں کے نقطہ نظر بدلنے میں بھی بیوروکریسی کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ بیوروکریٹ جب سروس میں ہوتا ہے تو ان کا رویہ مختلف ہوتا ہے اور ریٹائرمنٹ لیتے ہی وہ اپنے آپ کو سچا، ملک کا وفادار اور عوام کا ہمدرد ثابت کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا کوثر نیازی کی ''اور لائن کٹ گئی''؛ الطاف گوہر کی ''گوہر گذشت'' اور ''لکھتے رہے جنوں کی حکایت''؛ تجمل

حسین کی ''جو بچے ہیں سنگ......!''؛ محمد سعید شیخ کی ''ڈی۔سی نامہ''؛ سردار محمد چودھری کی ''جہانِ حیرت'' ہم خود نوشتیں ہیں۔ ان آپ بیتیوں میں ہمیں پاکستان کی سیاست کے اسرار و رموز اور سازشوں سے بخوبی آگاہی ہوتی ہے۔**(۹)**

پاکستان کی سیاست و معاشرت کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے متذکرہ بالا تینوں شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی آپ بیتیاں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ سیاست کی پر پیچ گھاٹیوں اور کٹھنائیوں کو طشت از بام کرنے میں ان خود نوشت سوانح عمریوں کا بھرپور کردار ہے۔ ان آپ بیتیوں میں ایک طرف جہاں پاکستان میں پروان چڑھنے والی مختلف سیاسی جماعتوں کے کردار و منشور کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے تو دوسری طرف سماجی اور معاشرتی طور پر ملک کو درپیش مسائل کی طرف اشارے بھی کیے ہیں اور ان کا حل بھی بتایا ہے۔ یہ آپ بیتیاں سچ اور مبالغے کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں جن کے تخلیق کاروں نے کوشش کی ہے کہ پاکستان کا نقشہ عالمی سیاسی تناظر میں منفرد انداز میں دکھایا جائے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان آپ بیتیوں کے ذریعے مختلف جہتوں اور سمتوں سے پاکستان کی سیاست و معاشرت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے بہت سی باتوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن تخلیق کاروں کے نقطۂ ہائے نظر اور زاویہ ہائے نگاہ کے مطابق اُن کی آپ بیتیاں کسی تخلیقی شہ پارے سے کم نہیں۔ بہر حال اس حوالے سے ان کی یہ تخلیقی خدمات قابل قدر اور قابل ستائش ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد صفدر رانا، ''اردو شعراو ادبا کی خودنوشتیں ۱۹۹۰ء تک: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ''، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، ۲۰۰۳ء،

۲۔ قدرت اللہ شہاب، ''شہاب نامہ''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء

۳۔ انتظار حسین، ''جستجو کیا ہے''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء

۴۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، ''اپنا گریباں چاک''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء

۵۔ کشور ناہید، ''بری عورت کی کتھا''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۸ء

۶۔ شیخ ایاز ''دنیا ساری خواب'' مترجم اسلم راحل مرزا، الفاظ پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء

۷۔ ایوب خان، محمد، ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۸

۸۔ ذوالفقار علی بھٹو، ''اگر مجھے قتل کیا گیا''، نظریہ پاکستان اکادمی، لاہور، ۲۰۰۹ء

۹۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:۔

کوثر نیازی، ''اور لائن کٹ گئی''، احمد پبلی کیشنز، لاہور، بار سوم اگست ۲۰۰۸ء؛

الطاف گوہر، ''گوہر گذشت''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء؛

الطاف گوہر، ''لکھتے رہے جنوں کی حکایت''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء؛

تجمل حسین، ''جو بچے ہیں سنگ......''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء؛

محمد سعید شیخ، ''ڈی۔سی نامہ'' سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء؛

سردار محمد چودھری، ''جہانِ حیرت''، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۷ء